चित्रा

CHITRA

ڈاکٹر رابندرا ناتھ ٹیگور

پنجابی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام اوکناتھ کھنہ کے شائع ہوا۔

دارالاشاعت پنجاب لاہور

۷۸۶

"ارجن چترا"

(مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کے قلم سے)

تلوار اور تیر نے ارجن کو مشہور کیا۔ قلم اور خیال نے ملک الشعراء ٹیگور کو ہند کا ماہتاب بنایا۔ عبدالمجید سالک سابق ایڈیٹر فانوس خیال نے ارجن کی روح اور ٹیگور کے قالب کو اردو کا لباس پہنا کر دوام کی زندگی بخشی ✤

ڈاکٹر ٹیگور کا شہرہ آفاق ڈراما چترا انگریزی جنم بدل کر اردو جنم میں آیا۔ مگر آواگون کو حیرت ہو کہ اس نے دونوں جنموں کے فرق کو نہ سمجھا یعنی انگریزی میں جو خط و خال اور جو شکل و صورت اس ڈرامے کی تھی اردو میں نمودار ہونے کے بعد بھی جوں کی توں باقی رہی یا بہت کم فرق ہونے پایا۔ پھر اگر آواگون نے خود دونوں پتلوں کے فرق کو نہ پہچانا تو تعجب کی بات نہیں ٭

سالک صاحب ہمیشہ سیدھی سادی مگر عشق کے گہنے پاتے سے بنی ٹھنی اردو لکھتے ہیں ان کی تحریریں نہ مولویانہ عربی فارسی کے جبّے اور عمامے ہوتے ہیں نہ پنڈتانہ سنسکرت کی پروھائی سلاست زبان کا دھرم بھرشٹ کرتی ہے وہ اپنی انشاء میں میانی رستہ چلتے ہیں۔ اور بے تکان اور بلا تکلف اور بناوٹ کے آرسے لکھتے ہیں ٭

چیز کا ترجمہ انھوں نے کیسا کیا اس کا فیصلہ تو جب ہو سکے
نہ میں خود انگریزی سمجھتا ہوں ہاں تو فقط ترجمہ کے اثر سے متاثر ہو کر
خیال کرتا ہوں کہ ٹیگور کی روحانیت ترجمہ میں نظر آتی ہے اس واسطے
ترجمہ بہت اچھا ہے +

متن کا سب سے بڑا قاتل ترجمہ ہوا کرتا ہے۔ اور خاصکر کسی ایسے
متن کا ترجمہ جس سے ملک و قوم کی اجنبیت ہو مثلاً فرانس و انگلستان
میں ہندوستان کی بارش اور ابر کی بہار کا ترجمہ کیا جائے تو خلقت
خاک نہ سمجھے گی کیونکہ اس کو سورج کی چمک سے جتنی محبت ہے اتنی ہی بارش
سے نفرت ہے مترجم کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے والوں کے جذبات
و حالات کو بھی پیش نظر رکھے اور متن کے مفہوم کو بھی ترجمہ سے ہاتھ سے
نہ جانے دے +

عمر خیام فلسفہ زندگی بیان کرنے میں سعدی سے بہت کم ہے۔ مگر

خیام کا مترجم ایسا قابل شخص تھا کہ اس کے ترجمہ نے خیام کو یورپ کا
ہیرو بنا دیا۔ سعدی کا مترجم بھی کوئی لائق شخص ہوتا تو خیام سے سعدی
بڑھ جاتے۔

سالک میں یقیناً یہ قدرتی مادہ ہی کہ دوسری قوم کے جذبات
کو اپنے جذبات کے آئینہ میں عمدگی سے دکھا سکتے ہیں۔ ٹیگور کی بعض مشہور
تصانیف کے اردو ترجمے میں نے پڑھے۔ مگر ان میں خاک مزا نہ آیا کیونکہ
مترجموں نے عربیت کی شیخی میں بچارے ٹیگور کو کھادڑ کھادڑ کر پیش کیا
سالک نے چترا کا ترجمہ ایسا کیا کہ ٹیگور کی اور کتابیں بھی انہیں
بھانے لگیں کہ کاش ان کی خدمت بھی وہ کرتے۔

میرا خیال ہی ہندوستان میں اب یہی زبان سلامت رہے
گی جو عربی و سنسکرت کے وسط میں سلامت روی کی چال چلتی ہو
اور اس میں دونوں زبانوں کی مشکلات کا دخل نہیں ہوگا۔

میں دیکھ رہا ہوں جو لوگ ادق عربی کے "انہزاد" وغیرہ
الفاظ اپنی عبارت میں لیاقت جتانے کو لٹکا یا کرتے تھے۔ وہ
اب میدان ادب و قبولیت سے خود بخود نابود ہوتے جاتے
ہیں۔ اور ان کی جگہ آسان صاف اور سلیس لکھنے والوں کو ملتی
جاتی ہے گو نہیں عامیانہ اردو لکھنے والوں کا خطاب دیا جاتا ہے۔

سالک صاحب جس قدر خاموشی پسند اور شہرت کی تکلیف
سے بچنے والے انشا پرداز مانے جاتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ ان کا یہ
ترجمہ اسی قدر ان کے سکوت کو پراگندہ کرے گا۔ اور ان کو ناموری
کی تکالیف میں ڈالے گا کیونکہ انہوں نے اس ترجمہ کو بہت کامیابی
سے ادا کیا ہے۔ اور اصل تصنیف کے اثر اور طرز ادا کو محفوظ رکھنے میں
غیر معمولی ذہانت ظاہر کی ہے۔

میں مبارکباد دیتا ہوں۔ میر امتیاز علی تاج ایڈیٹر کہکشاں

لاہور کو کہ ان کی سعی سے ایسی اچھی چیز اردو زبان میں داخل ہوئی +

امید ہے کہ ترقی اردو کے خواہشمند لوگ اس کتاب کی نہ دل

سے قدر کریں گے۔ اور ہندو مسلمانوں میں یکساں اس ڈرامے

کو مقبولیت حاصل ہوگی +

دیباچہ

اس راگ ناٹک کو لکھے ہوئے کوئی پچیس سال ہونے آئے۔ یہ مہابھارت کے ذیل کے قصے پر مبنی ہے +

ارجن بیراگ کا ایک بچن پورا کرنیکے لیئے دشت پیمائی میں مصروف تھا۔ اسی زمانے میں وہ منی پور پہنچا۔ وہاں اسنے ملک کے راجا چتروا ہن کی حسین وجمیل بیٹی چترانگدا کو دیکھا اور اس کے حسن دلفریب سے ایسا متاثر ہوا۔ کہ راجا سے اسکے لیئے شادی کی درخواست کردی۔ راجہ چتروا ہن نے ارجن سے اس کا حال دریافت کیا۔ جب اسے معلوم ہوا۔ کہ وہ ارجن پنڈا ہے۔ تو اس نے اس سے ذکر کیا کہ ہمارے شاہی خاندان کے بزرگوں میں ایک راجا پربھنجن تھے۔ ان کے ہاں مدت تک اولاد نہیں ہا

ہو رہی تھی۔ اور انہوں نے حصول اولاد کے لیے بہت سی منتیں مانیں اور
ریاضتیں جھیلیں۔ ان ریاضتوں پر شو جی مہاراج نے خوش ہو کر کہا کہ تیرے
اور تیرے جانشینوں کے ہاں ہمیشہ ایک بچہ ہوا کرے گا۔ اتفاق کی بات
کہ ہمیشہ ہمارے خاندان میں لڑکے ہی پیدا ہوتے رہے۔ اور صرف میں
ہی ہوں جس کے ہاں پہلے پہل لڑکی چترانگدا ہوئی۔ اسی سے میرے خاندان
کا دوام وابستہ ہے۔ چنانچہ میں نے ہمیشہ اسے لڑکوں کی طرح سمجھا۔ اور
تاج و تخت کی وارثہ قرار دیا۔ اب اس کے ہاں جو ایک لڑکا پیدا ہوگا۔
اسی سے میرے خاندان کا نام چلے گا۔ مجھے اس شادی کے معاوضے میں
صرف ایک لڑکا چاہیے۔ اگر یہ شرط تمہیں منظور ہو۔ تو تم چترانگدا سے شادی کر سکتے ہو
ارجن نے شرط مان لی۔ چترا سے شادی کی۔ اور اسکے باپ کے پایہ تخت
میں تین سال تک رہا۔ جب اسکے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ تو اپنی بیوی کو
محبت سے گلے لگایا۔ اسکے باپ سے اجازت طلب کی۔ اور پھر بادیہ گردی کو روانہ ہو گیا

اراکین

دیوتا :-

مدن - پریت دیوتا

بسنت - رُت دیوتا

فانی :-

چترا منی پور کے راجا کی لڑکی

ارجن، خاندان کورو کا ایک راجکمار بذات کا چھتری یعنی جنگجو ہے - اور اثنائے قصہ میں ایک جوگی کی طرح جنگل میں گوشہ نشین ہے

چند دیہاتی منی پور کے کسی بیرونی ضلع کے رہنے والے

نوٹ :- ناٹک کی نظم چینز اہندوستان میں مناظر کے بغیر نقل کی جاتی ہے - اور حاضرین ایکٹروں کے ارد گرد حلقہ باندھے ہوئے لطف اٹھاتے ہیں۔ مصنف سے اس نظم کو حالت موجودہ میں لکھنے کی فرمائش کی گئی تھی - اس نے اس کا ترجمہ کر دیا اور ناٹک کے مطابق ہدایات بھی لکھ دیں - لیکن مصنف کا منشا ہے کہ جب یہ کتاب کی صورت میں چھاپا جائے تو ہدایات درج نہ کی جائیں ۔

چترا

اے پریم پتی! کیا تو ہی پانچ تیروں والا دیوتا ہے؟

مدن

میں وہ ہوں جو پہلے پہل کرتار کے من میں پیدا ہوا
میں مردوں اور عورتوں کی زندگیوں کو دکھ اور سکھ کے بندھنوں
میں جکڑتا ہوں +

چترا

ہاں - ہاں میں خوب جانتی ہوں - وہ تکلیف اور وہ بندھن

کیا ہیں۔ مگر میرے آقا تو کون ہے ؟

بسنت

میں اس کا ہمدم ہوں۔ بسنت رُتوں کا راجا۔ اگر میں موت اور فرسودگی کا پیچھا کرتا۔ اور ان پر لگاتار چھاپے نہ مارتا رہوں تو یہ چیزیں دنیا کی ہڈیوں کا مغز تک نچوڑ لیں میں جوانی جاودانی ہوں +

چترا

بسنت جی مہاراج۔ میں تجھکو ڈنڈوت کرتی ہوں +

مدن

مگر اے خوبصورت اجنبی! تو کس کڑے بچن کا بندھا ہُوا ہے؟ تو اپنی شاداب جوانی کو جوگ اور تپسیا سے کیوں مُرجھائے ڈالتا ہے ایسی قربانی محبت کی بندگی کے لئے زیبا نہیں ہے۔ آخر تو کون ہے۔ اور تیری مراد کیا ہے ؟

چترا

میں منی پور کے راج بنس کی راج کماری چترا ہوں شیوجی مہاراج نے دیوتاؤں کی سی کرپا کے ساتھ میرے خاندان کے ایک بزرگ راجا سے وعدہ کیا تھا۔ کہ تیرے گھر میں برابر لڑکے ہی پیدا ہوتے رہیں گے۔ تاہم دیوتا کا حکم بھی زندگی کی اس چنگاری کو جو میری ماتا کے گربھ میں روشن تھی۔ بدل دینے سے عاجز رہا۔ اگرچہ میں عورت ہوں۔ مگر دیکھا میری سرشت کتنی اجیت نکلی!

مدن

اب سمجھا جبھی تیرا باپ تجھے بیٹے کی طرح پرورش کرتا ہے۔ اس نے تجھے تیر چلانا اور راجاؤں کے سب کام سکھلائے ہیں۔

چترا

ہاں یہی وجہ ہے۔ کہ میں نے مردانہ لباس پہن رکھا ہے اور عورتوں کا سا پردہ چھوڑ دیا ہے۔ میں عورتوں کی طرح دل چھیننے کے داؤں نہیں جانتی۔ میرے بازوؤں میں کمان کا چلہ چڑھانے کی طاقت تو ہے لیکن میں نے کام دیو کی تیراندازی یعنی آنکھوں سے شکار کھیلنا کبھی نہیں سیکھا۔

مدن

اے سُندری! اس کے لئے سیکھنے سکھانے کی ضرورت نہیں۔ آنکھ بے سیکھے اپنا کام کرتی ہے۔ اور کس خوبی سے کرتی ہے وہی جانتا ہے۔ جس کے دل نے چوٹ کھائی ہو!

چترا

ایک دن میں شکار کی تلاش میں پورنہ ندی کے کنارے

اکیلی جنگل میں بھٹکتی پھر رہی تھی۔ میں نے اپنا گھوڑا ایک درخت کے تنے سے باندھ دیا۔ اور ایک ہرن کے کھوج پر درختوں کے ایک گنجان جھنڈ میں داخل ہو گئی۔ وہاں مجھے ایک تنگ اور ٹیڑھی ترچھی پگڈنڈی دکھائی دی۔ جو الجھی ہوئی ٹہنیوں کے جھنڈ میں سے ہرتی پھرتی گذرتی تھی۔ جھینگروں کی چرچراہٹ سے درختوں کے پتے لرز رہے تھے۔ کایا یک میں ایک مرد کے پاس آنکلی۔ جو میرے راستے میں سوکھے ہوئے پتوں کے بستر پر پڑا تھا۔ میں نے اسے گھمنڈ کے لہجے میں کہا "راستہ چھوڑ دے" مگر اس نے توجہ ہی نہ کی۔ اس پر میں نے حقارت کے طور پر اپنی کمان کی تیز نوک اسے چبھوئی۔ یکایک وہ سیدھے اور لمبے لمبے ہاتھ پاؤں کا آدمی یوں اٹھ کھڑا ہوا۔ جیسے راکھ کے ڈھیر میں سے اچانک شعلے کی زبان بلند ہو۔ اس کے ہونٹوں نکلے

گوشوں کے ارد گرد ایک محظوظ مسکراہٹ جھلک رہی تھی۔
شاید میری لڑکوں کی سی وضع دیکھ کر۔ اس وقت میں اپنی زندگی
میں پہلی مرتبہ یہ سمجھی۔ کہ میں عورت ہوں۔ اور میں نے یہ جانا
کہ میرے سامنے ایک مرد کھڑا ہے +

مدن

اسی سبھ گھڑی میں میں مرد اور عورت کو یہ اعلےٰ سبق
سکھاتا ہوں۔ کہ وہ اپنے آپ کو سمجھیں۔ اچھا تو اس کے
بعد کیا ہُوا ؟

چترا

میں نے خوف اور حیرانی کے ساتھ پوچھا۔ تم کون ہو؟
اس نے کہا۔ میں مشہور کورو بنس کا ارجن ہوں" یہ سنتے
ہی میں پتھر کے بت کی طرح کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ اور

پالاگن کرنا بھی بھول گئی - کیا وہ سچ مچ ارجن تھا - جو میری امیدوں اور خواہشوں کا بہت بڑا دیوتا ہے ؟ ہاں مدت ہوئی میں نے سنا تھا - کہ ارجن نے بارہ برس کنوارا رہنے کی قسم کھائی ہے - میرے جوانی کے حوصلے نے بارہا مجھے اس بات پر اُکسایا - کہ میں ارجن سے دو دو ہاتھ کروں بھیس بدل کر دست بدستی لڑائی کا پیغام دوں اور اس کے خلاف سپاہ گری کے جوہر دکھاؤں - آہ ! میرے نادان دل ! تیرے وہ دعوے کیا ہوئے - اگر آج میں اپنی جوانی اور اس کی ساری آرزوؤں کو ارجن کے پاؤں کی خاک سے بدل سکوں - تو میں اسے ہی بڑی انمول دیا سمجھوں - میں نہیں جانتی - کہ میں خیال کے بھنور میں کیسی کھو گئی تھی - یکایک میں نے دیکھا - کہ وہ درختوں میں غائب ہو گیا - آہ لے بے وقوف عورت چترا ! نہ تو ارجن کو

سلام کیا۔ نہ اس سے کلام کیا۔ نہ معافی مانگی۔ بلکہ بدتہذیب گنواروں کی طرح کھڑی رہی۔ اور وہ حقارت کی نظروں سے دیکھتا ہوا چل دیا...... دوسرے دن صبح کے وقت میں نے اپنا فرزانی لباس اتار پھینکا۔ اور چوڑیاں، چھانجن کمر کی زنجیر اور سرخ زعفرانی مائل لہنگا پہنا۔ خلاف عادت لباس میرے بدن سے لپیٹ کر مجھے بھینچ رہا تھا۔ اور میں شرم سے پانی پانی ہوئی جاتی تھی۔ مگر میں نے تلاش کے قدم تیزی سے اٹھائے۔ اور ارجن کو جنگل میں شوجی مہاراج کے مندر پر جا لیا +

مدن

مجھے یہ ماجرا آخر تک سناؤ۔ چونکہ میں وہ دیوتا ہوں۔ جو من میں سے پیدا ہوا۔ اس لئے میں ان خواہشوں کے بھید کو خوب سمجھتا ہوں +

چھترا

مجھے صرف سپنے کی طرح یاد ہے۔ کہ میں نے کیا باتیں کہیں اور کیا جواب پایا۔ مجھ سے سارا ماجرا نہ پوچھو۔ شرم مجھ پر بجلی کی طرح گری پھر بھی میرے ٹکڑے نہ اڑا سکی۔ میں ایسی سخت جان ہوں میں اسقدر مرد سے مشابہ ہوں۔ چلتے وقت اس کے یہ آخری الفاظ میرے کانوں میں ان سوئیوں کی طرح چبھے۔ جو آگ میں تپا کے سرخ کی گئی ہوں۔ "میں نے کنوارے رہنے کا عہد کیا ہے۔ میں تیرا پتی بننے کے قابل نہیں ہوں" آہ! یہ ہے مردوں کا قول! اے پریت کے دیوتا۔ تو یقیناً جانتا ہے تجھے خوب معلوم ہے۔ کہ ان گنت رشیوں اور منیوں نے اپنی زندگی بھر کا جوگ اور عمر بھر کی تپسیا عورت کے قدموں پر ڈال دی ہے۔ میں نے اپنی کمان کے دو ٹکڑے کر دئیے۔

اور اپنے تیروں کو آگ میں جلا دیا۔ مجھے اپنے لچکدار سڈول بازو جن میں کمان کو چلّے چڑھا چڑھا کے مچھلیاں پڑی ہوئی تھیں۔ زہر معلوم ہونے لگے۔ آہ اے پریم کے دیوتا! تو نے میری عمر بھر طاقت کے بودے گھمنڈ کو خاک میں ملا دیا۔ اور آج میری وہ تمام مردوں کی سی تربیت تیرے قدموں کے نیچے پامال ہے۔ آ۔ اب مجھے اپنے سبق سکھا۔ اور مجھے وہ بل اور وہ ہتھیار دے۔ جن سے ناتوان اور نہتے لوگ کام لیا کرتے ہیں!

مدن

میں تیرا قوت بازو ہوں گا۔ میں جگت جیت ارجن کو تیرے سامنے قیدی بنا کر لا ڈالوں گا۔ کہ وہ اپنی بغاوت کی سزا تیرے ہاتھوں پائے ؛

چترا

اگر مجھے اتنا کافی وقت ملتا۔ تو میں خود ہی رفتہ رفتہ آہستہ آہستہ
اس کا دل چھین لیتی اور دیوتاؤں سے مدد نہ مانگتی۔ میں اس
کی ساتھی بن کر اس کے پہلو میں کھڑی رہتی۔ اسکے جنگی رتھ کے
منہ زور گھوڑے ہانکتی۔ شکار کی خوشیوں میں اس کا ساتھ دیتی۔
رات کو اُس کے خیمے کے دروازے پر پہرہ دیتی۔ اور ایک
چھتری کے سارے فرائض ہیں، کمزوروں کو مدد دینے میں،
ہر موقع انصاف کرنے میں اس کو امداد دیتی۔ یقیناً آخر ایک
دن آتا۔ کہ وہ میری طرف دیکھ کر حیران ہو کر کہتا "یہ لڑکا
کون ہے؟ کیا میری پچھلی جون کے سیوکوں میں سے کوئی سیوک
اچھے کرموں کی طرح اس زندگی میں بھی میرے ساتھ ہے؟"
میں جنم کی بیوہ نہیں ہوں۔ میں وہ عورت نہیں ہوں۔ جو

سنسان خاموشی میں اپنی نامرادی کو رات کے آنسوؤں سے
پرورش کرتی ہے۔ اور دن کو اسے سنتوکھ کی مسکراہٹ سے
چھپا لیتی ہے۔ میری آرزو کا پھول جب تک پک کر پھل نہ بن جائیگا
مرجھا کر خاک کے دامن میں نہ گرے گا۔ لیکن کسی پر اپنی اصلیت
ظاہر کرنے اور اپنا سکہ جمانے کا کام بہت طویل ہے اسکے
لئے ایک عمر چاہیئے۔ اس لئے اے پریت دیوتا اے جگت
جیت دیوتا مدن اور اے رُتوں کے نونہال راجا بسنت! میں
تمہارے دوار سے آئی ہوں۔ میرے نوعمر جسم سے اس ازلی
ناانصافی یعنی غیر دلکش سادگی کو دور کر دو۔ اور صرف ایک دن
کے لئے مجھے قیامت کا حسن عطا کر دو۔ مجھے اچانک اتنی حسین
بنا دو جس طرح میرے دل میں پریم کا پھول اچانک کھل گیا
تھا۔ مجھے ایک چھوٹے سے دن کے لئے پورا پورا حُسن دے دو

پھر آنے والے دنوں کا میں خود بندوبست کرلوں گی +

مدن

کماری! جا تیری پرارتھنا قبول ہوئی!

بسنت

نہ صرف ایک دن کے لئے بلکہ ایک سال بھر بہار کی
کلیوں کی دلفریبی تیرے جسم سے لپٹی رہے گی +

دوسرا سین

ارجن

کیا میں سپنا دیکھ رہا تھا۔ یا جھیل کے کنارے سچ مچ
وہی تھا۔ جو کچھ میں نے دیکھا؟ میں گھاس پر بیٹھا ہوا شام
کی ڈھلتی ہوئی چھاؤں میں گئے گذرے زمانے کی یاد میں محو
تھا۔ اتنے میں پتوں کی گنجان تاریکی میں سے حسن کی ایک
تصویر، بالکل عورت کی شکل میں آہستہ سے نکلی اور پانی کے
کنارے پتھر کی سفید سِل پر آکھڑی ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
کہ زمین کا دل اس کے ننگے اور گورے پاؤں تلے
خوشی کے جوش سے ابھر رہا ہے۔ میں نے خیال کیا۔ کہ اسکے

جسم کے نامعلوم پردوں اور نقابوں کو سُکھ اور آنند کی مستی
سے لطیف ہو ہو کر یوُں ہوا میں مل جانا چاہیئے۔ جیسے پورب
کی طرف پہاڑی کی برفانی چوٹی کے اُس پار صبح کی سنہری
شفق آہستہ آہستہ غائب ہو جاتی ہے۔ وہ جھیل کے درخشاں
آئینے کو دیکھنے کے لئے جُھکی۔ اور اس میں اپنے چہرے کا
عکس دیکھا۔ پھر وہ دہشت سے چونک اُٹھی۔ اور خاموش
کھڑی ہو گئی۔ پھر مسکرائی۔ اور اپنے بائیں بازو کو بے پروائی
سے گھما کر اپنے بال کھول دئے۔ جو اُس کے قدموں میں
زمین پر لہرانے لگے۔ اس نے اپنا سینہ کھول دیا۔ اور اپنے
ان بازوؤں کو دیکھنے لگی۔ جو نفاست کے سانچے میں ڈھلے
ہوئے تھے۔ اور جن میں نہائت لطافت سے ہم آغوشی کی
خواہش پوشیدہ تھی۔ اس نے سر جھکا کر اپنی رسیلی جوانی کی بہار

اور اپنے بدن کی ہلکی سُرخی اور تمتماہٹ پر نظر ڈالی۔ اس کا
چہرہ ایک مسرور حیرت سے جگمگا اُٹھا۔ جیسے کنول کی سفید کلی
صبح کے وقت اپنی آنکھیں کھولتی پھر گردن جھکا کر پانی ہیں
اپنا عکس دیکھتی ہے۔ اور دن بھر حیرت میں محو کھڑی رہتی ہے۔
لیکن ایک لمحہ کے بعد اُس کے چہرے کی مسکراہٹ گم ہوگئی۔
اور آنکھوں ہیں اُداسی کا رنگ چھا گیا۔ اس نے اپنے بالوں
کی لٹیں پھر باندھ لیں۔ بازوؤں پر پھر نقاب کھینچ لی۔
اور آہستہ آہستہ آہیں بھرتی، اس طرح چل دی جیسے
ایک خوبصورت شام کی دلفریبیاں رات کے آنے
سے مرجھا جاتی ہیں! مجھے ایسا معلوم ہُوا۔ جیسے خواہش
کی اعلےٰ تکمیل مجھ پر ایک ہی چمک ہیں آشکارا ہو کر گم ہوگئی
.... لیکن میرا دروازہ کون کھٹکھٹاتا ہے؟

(چترا عورت کے لباس میں داخل ہوتی ہے)

آہ! یہ تو وہی ہے - اے میرے دل تھم جا!

...... دیوی! مجھ سے خوف نہ کیجئے - میں چھتری ہوں!

چترا

مہاراج! آپ میرے مہمان ہیں - میں اس مندر میں رہتی ہوں - میں نہیں جانتی - آپکی خاطر مدارات کیوں کر کروں *

ارجن

سندر دیوی! تمہارے درشن ہی سب سے بڑی خاطر مدارات ہیں - اگر تم بُرا نہ مانو تو میں ایک بات پوچھوں -

چترا

آپ کو اجازت ہے -

ارجن

آخر کس کڑے اور سخت بچن نے تمہیں اس سنسان مندر میں قید اور دنیا کے سب انسانوں کو اس کامنی صورت کے درشن سے محروم کر رکھا ہے۔

چترا

میرے دل میں ایک چھپی ہوئی آرزو آباد ہے۔ جس کے پورا ہونے کے لیئے میں شوجی مہاراج سے روز دعائیں مانگتی ہوں۔

ارجن

آہ۔ اے ساری دنیا کی آرزو! تجھے کسکی آرزو ہوسکتی ہے؟ دور پورب کی اس پہاڑی سے لے کر جس کی چوٹی پر صبح کا سورج اپنے آتشیں قدم کا پہلا نشان بناتا ہے سورج کے

ڈوبنے کی سرزمین تک میں نے سیر کی ہے۔ اور دنیا بھر میں جو کچھ بھی بیش بہا۔ خوبصورت اور شان دار ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ میری تمام وِدّیا اور میرا سارا گیان تمہاری نذر ہوگا۔ بس مجھے اتنا بتا دو۔ کہ تم کس کو چاہتی ہو۔

چترا

جسے میں چاہتی ہوں اسے سب جانتے ہیں۔

ارجن

اچھا؟ وہ کونسا دیوتاؤں کا پیارا ہوگا۔ جس کی شہرت نے تمہارا دل موہ لیا +

چترا

وہ سب سے بڑے شاہی خاندان سے ہے۔ اور

سارے سورماؤں سے بڑا ہے۔

ارجن

دیوی۔ اس حسن کی دولت کو جو تمہیں حاصل ہے جھوٹی شہرت کی قربان گاہ پر نہ چڑھاؤ۔ بناوٹی نیک نامی کی افواہ اس طرح زبان زد ہوتی ہے۔ جیسے سورج نکلنے سے پہلے صبح صادق کی دھند پھیل جاتی ہے۔ بھلا مجھے بتاؤ تو سہی سب سے بڑے شاہی گھرانے کا وہ کونسا سورما ہے۔

چترا

اے بن باسی جوگی۔ تم دوسرے آدمی کی نیک نامی پر حسد کرتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ ساری دنیا میں کورو کا راج بنس سب سے زیادہ مشہور ہے؟

ارجن

ہَیں! کوروؤں کا بنس!

چترا

اور کیا تم نے اس مشہور گھرانے کے سب سے بڑے
سورما کا نام کبھی نہیں سُنا؟

ارجن

میں اس کا نام تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں +

چترا

وہ ارجن ہے۔ دنیا کو جیتنے والا ارجن۔ میں نے اس کا
لازوال نام دنیا والوں کی زبانوں سے چن لیا ہے۔ اور اپنے
کنوارے دل میں بڑی حفاظت کے ساتھ چھپا رکھا ہے۔
جوگی جی۔ تم بے چین کیوں ہو رہے ہو۔ کیا اس نام کی

چمک دمک بھی جعلی اور بناوٹی ہے؟ اگر ایسا ہے۔ تو کہو۔
تاکہ میں ابھی اپنے دل کی ڈبیا کو توڑ ڈالوں۔ اور اس جھوٹے
موتی کو خاک میں ملا دوں +

ارجن

اس کی نام نمود۔ اس کا سورماپن اور اس کا بل جھوٹا ہو
یا سچا مگر کرپا کر کے اسے اپنے دل کی نگری سے دیس نکالا
نہ دینا۔ کیونکہ وہ اس وقت بھی تمہارے چرنوں پر جُھک
رہا ہے!

چترا

ہیں! تم ارجن ہو!

ارجن

ہاں میں وہی ہوں۔ جو پریم کا بھوکا مہمان بن کر تمہارے

دوارے آیا ہے۔

چترا

پھر کیا یہ سچ نہیں۔ کہ ارجن نے بارہ برس کے لئے کنوارے رہنے کی قسم کھائی ہے ؟

ارجن

یہ سچ ہے مگر تم نے میری قسم کو اس طرح نابود کر دیا۔ جیسے چاند رات کے بیابانِ تاریکی کو معدوم کر دیتا ہے۔

چترا

او۔ شرم کرو۔ تم نے مجھ میں ایسی کیا چیز دیکھی۔ جس کے لئے تم اپنے آپ سے جھوٹے ہو رہے ہو۔ ان سیاہ آنکھوں میں۔ ان دودھ کے سے سفید بازوؤں میں تم نے کس موہنی کو دیکھا۔ کہ تم اس کے لئے اپنا دھرم بیچنے پر تُل گئے۔ میں جانتی

ہوں۔ کہ میری اصلی آتما کے لئے نہیں + یقیناً یہ پریت نہیں ہوسکتی۔ جو مرد کی طرف سے عورت کے حضور سب سے بڑی فرمان برداری کا اظہار ہے کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ یہ فانی چولا یعنی خاکی جسم انسان کو لافانی روح کے نور سے اندھا کر دے۔ ہاں۔ اے ارجن۔ اب مجھے صاف صاف معلوم ہوگیا۔ کہ تمہاری بہادری اور مردانگی کا چرچا بالکل جھوٹ ہے +

ارجن

آہ۔ اب میں سمجھا۔ کہ نام نمود اور سورما پن کی آن بان کتنی بے اصل ہے۔ ہر چند کہ مجھے سپنا معلوم ہوتی ہے صرف تمہیں بے عیب ہو۔ تم دنیا کی دولت ہو۔ تم ہر ناداری کا خاتمہ ہو۔ تم سب کوششوں کی غایت ہو۔ غرض ایک

عورت ہو۔ دنیا میں اور بھی ہیں۔ جن کا اندازہ لو کیا جا سکتا ہے۔ مگر آہستہ آہستہ۔ لیکن تمہیں ایک لمحے بھر کے لئے دیکھنا ایک ہی دفعہ اور ہمیشہ کے لئے ایک" کمال بے عیب" کا دیکھنا ہے

چترا

افسوس۔ ارجن۔ یہ میں نہیں ہوں۔ بلکہ یہ ایک دیوتا کی جعل سازی ہے۔ جا۔ جا۔ میرے بہادر جا۔ فریب پر فریفتہ نہ ہو۔ اپنا عظیم الشان دل دھوکے کے حوالے نہ کر جا۔ چلا جا ٭

خضرا

نہیں۔ نہیں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ ان پُرجوش نگاہوں کا سامنا کرنا جو اپنے بھوکے اشتیاق کے چنگل کی طرح تمہیں دبوچ لینا چاہتی ہیں۔ اس کے دل کو سارے بدن کے اندر نالۂ دلسوز کی لہر دوڑانے اور اپنے بندھنوں کو توڑ کر آزاد ہو جانے کے لئے جد و جہد کرتے ہوئے محسوس کرنا اور پھر اسے بھکاری کی طرح گھڑک کر نکال دینا۔ نہیں نہیں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

(مدن اور بسنت داخل ہوتے ہیں)

آ اے پریم دیوتا! یہ کیسا بھیانک شعلہ ہے جس میں
تو نے مجھے لپیٹ دیا۔ میں خود جلتی ہوں۔ اور جس چیز
کو چھوتی ہوں۔ جلا دیتی ہوں" +

مدن

میں جاننا چاہتا ہوں۔ کہ کل رات کیا ہوا؟

چترا

شام کے وقت میں گھاس کے ایک بستر پر جس پر
بہار کے پھولوں کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ لیٹی تھی۔
اور اپنے حسن کی اُن حیرت ناک تعریفوں کی یاد دُہرا رہی تھی۔
جو میں نے ارجن سے سنی تھیں۔ گویا اُس شہد کا ایک ایک
قطرہ پی رہی تھی۔ جو اس دن بھر میں میں نے جمع کیا تھا۔
میں اپنی گذری ہوئی زندگی کی سرگذشت کو بھی اپنی پچھلی جون

کی طرح بھول گئی تھی۔ میں اپنے آپ کو اُس پھول کی طرح پاتی

تھی۔ جو صرف چند ناپائیدار گھڑیوں کے لئے جنگل کے خوشامدی

بھنوروں کی بھنبھناہٹ۔ اور سرگوشیاں کرتی ہوئی سائیں

سائیں سنتا ہے۔ اور پھر اس کے لئے لازم ہوتا ہے۔ کہ

آسمان سے اپنی آنکھیں نیچی کرکے، سر جھکا کر ایک سانس

میں فریاد کئے بغیر، اپنے آپ کو سپردِ خاک کر دے۔ اور اس

طرح ایک بے عیب لمحے کی چھوٹی سی کہانی کو ختم کرے جس

میں نہ کوئی گذرے ہوئے واقعات ہیں۔ نہ آنے والے +

بسنت

شان شوکت کی غیر محدود زندگی ایک ہی صبح بھر میں

کھِل کر کمُلا سکتی ہے +

مدن

جیسے کسی گیت کے چھوٹے سے وقفے میں لا انتہا معنی پوشیدہ ہوتے ہیں +

چترا

پچھم کی ہوا نے مجھے تھپک تھپک کے سُلا دیا۔ پھُولوں سے لدی ہوئی مالتی کی ٹہنیوں کا جھنڈ میرے سر پر تھا۔ اور ان پر سے مجھ پر، میرے جسم پر خاموش بوسے ٹپک رہے تھے۔ میرے بالوں پر، میرے سینے پر۔ میرے پاؤں پر، ہر پھول نے مرہنے کو بستر بچھایا میں سوتی رہی۔ اور اچانک مجھے اپنی نیند کی گہرائیوں میں کیا معلوم ہوا۔ کہ کوئی گرم اور پرُجوش نگاہ شعلے کی انگلیوں کی طرح میرے سوئے ہوئے جسم

میں چونک اٹھی اور اس جوگی کو اپنے سامنے کھڑے ہُوئے
پایا۔ چاند جھیم کو جا چکا تھا۔ اور پتوں میں سے پرماتما کی اس
عجیب صنعت کو دیکھنے کے لئے جھانک رہا تھا۔ جو
اس نے اس نازک انسانی جسم کے بنانے میں صرف کر رکھی
تھی۔ ہوا خوشبو سے معطر تھی۔ رات کی خاموشی جھینگروں
کی جھنکار سے گویا ہو رہی تھی۔ درختوں کے عکس جھیل
میں بالکل ساکن تھے۔ اور وہ اپنی چھڑی ہاتھ میں لئے
کسی جنگل کے درخت کی طرح بالا بلند سیدھا اور خاموش
کھڑا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا۔ جیسے میں زندگی کی تمام
اصلی چیزوں کی طرف سے مر گئی۔ اور کسی سایہ دار سرزمین
میں نے کا سا جنم لیا ہے۔ میری شرم کھلے ہُوئے کپڑوں
میرے کانوں میں اس کی آواز آئی "پیاری!

میری جان سے پیاری!!" میری تمام بھولی بسری زندگیاں اکٹھی ہو کر ایک ہو گئیں۔ تاکہ اس کی آواز کا جواب دیں۔ میں نے اپنے دونو بازو اس کی طرف پھیلا دیئے۔ اور کہا "مجھے لے لے! میرا سب کچھ لے لے"!! چاند درختوں کے پیچھے ڈوب گیا! اندھیرے کے ایک پردے نے سب کو ڈھانک لیا۔ آسمان اور زمین، زمان اور مکان، خوشی اور غم، موت اور زندگی سب مل کر ایک ناقابل برداشت لذّت کی لہروں میں ڈوب گئے...

.... روشنی کی پہلی کرن کے ساتھ، پرندوں کے پہلے چہچے کے ساتھ میں اٹھی۔ اور اپنے بائیں بازو پر ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔ وہ سو رہا تھا۔ اور اس کے ہونٹوں پر ایک غیر معلوم مسکراہٹ تھی۔ جیسے دوج کا چا

صبح کے وقت دکھائی دیتا ہے صبح کی گلابی شفق اس کی
عجیب پیشانی پر پڑی۔ میں نے ٹھنڈا سانس لیا۔ اور
اُٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نے گنجان پتوں والی بیلوں کو آپس
میں ملا ملا کر ایک چلمن بنا دی۔ کہ سورج کی پھیلتی ہوئی کرنیں
اس کے چہرے پر نہ پڑیں۔ میں نے اپنے ارد گرد نظر ڈالی
اور مجھے وہی پرانی زمین دکھائی دی۔ پھر مجھے یاد آیا۔ کہ
میں پہلے کیا ہوا کرتی تھی۔ یہ سوچ کر میں بھاگی۔ اور اس
ہرن کی طرح جو اپنی پرچھائیں سے ڈر رہا ہو جنگل کی اس
پگڈنڈی پر بھاگی جس پر شیفالی کے پھول بکھرے ہوئے
تھے۔ میں ایک سنسان گوشے میں پہنچ کر بیٹھ گئی دونوں
ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانک لیا اور رونے اور چلانے
کی کوشش کی۔ مگر میری آنکھوں میں آنسو نہ آئے پر نہ آئے!

مدن

افسوس اے انسانوں کی بیٹی! میں نے خدائی میخانہ سے
بہشت کی معطر شراب چرائی - اس سے دنیا کی ایک ذات
کو لبالب بھر دیا - اور وہ تیرے ہاتھوں میں دے دی
کہ تو پیئے - لیکن اب بھی میں تجھ سے درد کی چیخیں سن رہا ہوں!

چترا

(دردناک آواز سے)

لیکن وہ پیالی کس نے ؟ زندگی کی خواہش کی نایاب
ترین تکمیل - پریم کا پہلا ملاپ میرے روبرو پیش کیا گیا
تھا - مگر میری بانہیں موڑ کر مجھ سے چھین لیا گیا - یہ ناکام
ہوا روپ یہ دھوکے کا حسن جو اس وقت مجھ پر چھا رہا ہے
اُڑ جائیگا - اور اس رسیلے ملاپ کی اکیلی یادگار رکھی اپنے
ساتھ اڑا لے جائیگا - جیسے حد سے زیادہ کھلے ہوئے پھول کی

پتیاں ہوا میں اُڑ جاتی ہیں۔ اور اپنی کھُلی ہوئی ناداری
پر شرم میں ڈوبی ہوئی عورت رات دن بیٹھی آنسو بہایا
کرے گی۔ اے پریم پتی! یہ کم بخت تشکل صورت راکشس
کی طرح میرے ساتھ رہ کر مجھ سے پریم کی ساری نعمتیں لُوٹے
لیتی ہے اور مجھے ان بوسوں سے نامراد کئے دیتی ہے۔
جن کے لئے میرا دل پیاسا ہے +

مدن

افسوس ہے۔ تیری ایک اکیلی رات کس قدر بے سُود
رہی۔ آنند کا بجرا دکھائی تو دے گیا۔ مگر لہروں نے اسے
کنارے کو نہ چھونے دیا +

چترا

سوَرگ میرے ہاتھوں کے اس قدر نزدیک آگیا۔ کہ

میں ایک لمحے کے لئے یہ بھی بھول گئی۔ کہ وہ مجھ تک پہنچا نہیں تھا۔ لیکن جب میں صبح کے وقت سپنا دیکھ کر جاگی۔ تو میں نے کیا پایا۔ کہ میرا جسم خود میرا رقیب بن گیا ہے۔ یہ میرا کس قدر گھناؤنا کام ہے کہ میں روز اسکا سنگھار کروں۔ اسے اپنے ساجن کے پاس بھیجوں اور اپنی آنکھوں سے دیکھوں کہ وہ اسے گلے لگا رہا ہے۔ اے دیوتا! مجھ سے اپنا دان واپس لے لے! +

مدن

لیکن اگر میں تجھ سے یہ روپ واپس لے لوں۔ تو تُو اپنے ساجن کے روبرو کیونکر کھڑی ہو گی + جب کہ اس نے ابھی پریم رس کا ایک گھونٹ بھی نہیں اُتارا۔ کیا ایسی حالت میں اس کے ہونٹوں سے پیالہ چھین لینا بے دردی نہ ہو گی؟

پھر وہ تجھ سے کیسی خفگی اور کیسی تنک مزاجی کا سلوک کریگا۔

چترا

وہ حالت اس حال سے اچھی ہوگی۔ میں اپنی اصلی حقیقت کا بھید اس کے کان میں کہ دوں گی۔ کہ یہ اس بھیس اور دھوکے کی نسبت بہت زیادہ شریفانہ کام ہے۔ پھر اگر وہ منظور نہ کرے گا۔ مجھے ٹھکرا دے گا اور مجھے نامراد چھوڑ دیگا۔ تو میں اسے بھی چپ چاپ جھیل لوں گی +

بسنت

میری نصیحت کان دھر کر سنو۔ جب خزاں کی آمد سے پھولوں کی رت گزر جاتی ہے۔ تو پھل پھلاری کی بہار آتی ہے۔ ایسا زمانہ خود ہی آجائے گا جب جسم کے جوبن کی بہار گرمی کے تھپیڑوں سے کمُلا جائے گی۔ اور ارجن بہت

چترا

میرے سپاہی! تم مجھے اس طرح کیوں تک رہے ہو؟

ارجن

میں اس کو تک رہا ہوں۔ کہ تم یہ ہار کس خوبی سے گوندھ رہی ہو۔ سلیقہ اور ادا دونوں توام بہن بھائی تمہاری انگلیوں کے سروں پر شوخی سے ناچ رہے ہیں۔ میں تک رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں۔

چترا

آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ جی؟

ارجن

میں یہ سوچ رہا ہوں۔ کہ تم مَس اور رَس کی اسی لطافت کے ساتھ میرے بن باس کے دنوں کو ایک لافانی ہار میں گوندھ رہی ہو۔ تاکہ جب میں گھر واپس آؤں۔ تو مجھے ان کا مُکٹ پہناؤ +

چترا

ہیں! گھر؟ لیکن یہ پریت تو گھر بنانے کے لئے نہیں ہے +

ارجن

کیا گھر بنانے کے لئے نہیں؟

چترا

نہیں ایسا ہرگز کبھی نہ کہنا۔ جو کچھ پائیدار اور مضبوط ہے

اپنے گھر لے جاؤ۔ جنگل کے ننھے پھول کو وہیں چھوڑ جاؤ۔
جہاں وہ کھلا تھا۔ اسے چھوڑ جاؤ۔ کہ وہ دن کے ختم ہونے
پر مرجھانے والی کلیوں اور کملانے والے پتوں کے درمیان
خوبصورتی سے اپنی جان دے۔ اسے اپنے محل کے
بڑے دالان میں اس پتھر کے فرش پر پھینک دینے کے
لئے نہ لے جاؤ۔ جو کملا جانے والی اور پھول جانے والی
چیزوں پر رحم کھانا نہیں جانتا۔

ارجن

اچھا! کیا میری تمہاری پریت اسی قسم کی ہے؟

چترا

ہاں۔ صرف اسی قسم کی۔ اس پر رنج کیوں کرتے ہو۔
جو شئے صرف بے کار دنوں کا مشغلہ تھی ان دنوں کے گذرنے

کے بعد ہرگز باقی نہیں رہنی چاہیئے۔ اگر وہ دروازہ جس میں سے
خوشی باہر نکل جانا چاہتی ہے۔ بند کر دیا جاوے۔ تو وہ خوشی
ہی غم بن جاتی ہے + اسے لو۔ اور جب تک وہ باقی رہے۔
اسے اپنے پاس رکھو۔ ایسا نہ ہونا چاہیئے۔ کہ تمہاری شام
کی آسودگی اُس سے زیادہ حاصل کرنے کا دعوےٰ کرے۔
جتنا تمہاری صبح کی خواہش کما سکے...... دن ڈوب چکا۔
یہ ہار پہن لو۔ میں تھک گئی ہوں۔ میرے پیارے۔ مجھے
اپنی آغوش میں لے لو۔ ہمارے ہونٹ مل جائیں۔ اور اس
ملاپ کے رس سے فکروں کے فضول جھگڑے ہوا ہو جائیں +

ارجن

خاموش! میری جان۔ وہ سنو۔ دُور۔ گاؤں کے مندر
سے پوجا کے گھنٹوں کی آواز چوری چھپے شام کی ہوا پر خاموش

درختوں کے اُس پار جا رہی ہے +
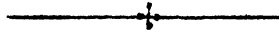
بسنت

میرے دوست۔ میں تیرے قدم بہ قدم نہیں چل سکتا۔ میں تھک گیا ہوں۔ تیری بھڑکائی ہوئی آگ کو بجھنے نہ دینا بڑا ہی محنت کا کام ہے۔ مجھ پر نیند کے بادل چھا جاتے ہیں۔ پنکھا میرے ہاتھ سے گر پڑتا ہے۔ اور ٹھنڈی راکھ آگ کی چمک کو چھپا لیتی ہے + میں پھر اپنی نیند سے چونکتا ہوں۔ اور اپنی پوری طاقت سے تھکے ہوئے شعلے کو آزاد کرتا ہوں۔ لیکن اب تو یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا +
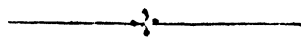
مدن

میں جانتا ہوں۔ تو بچّے کی طرح چنچل ہے۔ کیا دھرتی پر اور کیا آکاش میں ہر جگہ تیرا کھیل شوخی ہے۔ بیقراری ہے جو چیزیں تو بڑی لمبی چوڑی امیدوں اور لاانتہا خیالوں کے ساتھ تعمیر کرتا ہے۔ انہیں ایک لمحہ میں نہایت بے جگری کے ساتھ توڑ پھوڑ ڈالتا ہے + لیکن اب ہمارا یہ کام تو ختم ہونے کے قریب ہے۔ جن دنوں کو خوشی کے پر لگے ہوئے ہوں۔ وہ بہت تیزی سے اڑتے اور گزرتے ہیں۔ اور سال اپنے خاتمے کے قریب آنند کی بیخودی سے مدہوش ہو جاتا ہے +

ارجن

میں صبح جاگا - اور مجھے معلوم ہوا - کہ میرے سپنوں
میں سے ایک موتی منقطر ہو کر پیدا ہوا ہے میرے
پاس کوئی ڈبیا نہیں - جس میں اسے چھپا کر رکھوں کسی راجا
کا تاج نہیں جس پر اُسے جڑوں - کوئی زنجیر نہیں جس سے اسے
لٹکاؤں - اور پھر بھی میری ہمت نہیں پڑتی - کہ اسے پھینک
دوں + ایک چھتری کا دایاں ہاتھ اس موتی کو لئے بیکار
رکا ہوا ہے - اور اپنے اصلی کاموں کو بھلا رہا ہے +

(چترا داخل ہوتی ہے)

چترا

اس وقت کیا سوچ رہے ہو۔ جی

ارجن

آج میرا دل شکار کرنے کو بہت چاہتا ہے۔ دیکھو مینہ
کیسا موسلا دھار برستا اور پہاڑ کے دامن پر کس تندی
سے ٹکراتا ہے۔ بادلوں کا کالا بھنور سایہ جنگل پر امنڈ امنڈ کے
چھا رہا ہے اور چڑھی ہوئی ندی بے پروا اور سرشار جوانی کی
طرح تمسخر کے قہقہے کے ساتھ سب رکاوٹوں پر سے
اچھلتی کودتی جا رہی ہے۔ ایسے ہی مینہ بھادوں کے دنوں
میں ہم پانچوں بھائی چترک بن میں جنگلی جانوروں کا شکار
کھیلنے جایا کرتے تھے۔ وہ بڑا ہی مزے کا زمانہ تھا۔ ہمارے
دل گرجتے ہوئے بادلوں کی بانگ ڈھل پرنا چتے تھے۔

جنگل موروں کی جھنکار سے گونج اُٹھتا۔ ڈرپوک ہرن بارش کی پڑاپڑ اور آبشاروں کے شور سے ہمارے پیروں کی آہٹ نہ سن سکتے تھے۔ چیتے گیلی زمین پر اپنے پنجوں کے نشان چھوڑ جاتے اور اس طرح ہمیں اپنے بھٹوں کا راستا دکھا دیتے۔ جب شکار ہو چکتا تو گھر لوٹتے وقت ہم سرکش اور موّاج ندیوں کو تیر کر پار کرنے میں ایک دوسرے کی ہمّت آزمایا کرتے تھے۔ مجھے بےچینی ہو رہی ہے۔ میں شکار کو جانا چاہتا ہوں۔

چترا

پہلے اس شکار کو توبس میں لاؤ جس کا تم اس وقت تعاقب کر رہے ہو۔ کیا تمہیں پورا پورا بھروسا ہے۔

کہ جس سحر زدہ ہرن کا تم پیچھا کرتے ہو۔ وہ اب ضرور گرفتار ہوا چاہتا ہے۔ نہیں۔ ابھی نہیں۔ جب اس وحشی جانور کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بس اب پکڑا گیا۔ تو وہ خواب کی طرح تم سے بچ کر نکل جاتا ہے۔ دیکھو دیوانی پرکھا ہوا کا پیچھا کر رہی اور اس پر ہزاروں تیروں کی بوچھار چھوڑ رہی ہے۔ لیکن پھر بھی ہوا آزاد اور اجیت اڑی جا رہی ہے۔ میرے پیارے۔ تمہارا شکار اسی طرح کا ہے۔ تم حسن کی طرارے بھرتی ہوئی روح کا شکار کرنا اور جتنے تیر اور نیزے تمہارے ہاتھ میں ہیں۔ ان سب سے وار کرنا چاہتے ہو۔ پھر بھی یہ جادو کا ہرن ہمیشہ آزاد اور اچھوتا چوکڑی بھرتا نظر آتا ہے۔

ارجن

میری جان! کیا تمہارا کوئی گھر نہیں ہے۔ جہاں پیارے عزیزوں کے دل تمہارے لوٹنے کی راہ دیکھتے ہوں۔ کیا کوئی گھر نہیں۔ جسے تم نے کبھی اپنی شفقت اور خدمت سے خوشگوار بنایا ہوگا۔ اور جب تم نے اس ویرانے میں آنے کے لئے اُسے چھوڑا ہوگا۔ تو اس کی روشنی بجھ گئی ہوگی؟

چترا

آخر تم یہ سوال کیوں کرتے ہو؟ کیا بے فکر خوشی کی گھڑیاں سب گزر چکیں؟ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوں۔ جیسے تم اپنے روبرو دیکھ رہے ہو؟ میرے لئے اس سے پرے اور کوئی منظر نہیں ہے۔

اوس کا وہ قطرہ جو کن ٹک پھول کی پتی کے سرے پر لرز رہا ہے نہ کوئی نام رکھتا ہے نہ منزلِ مقصود۔ وہ کسی سوال کا جواب نہیں دیتا۔ جس عورت سے تمہارا پریم ہے وہ اسی بے عیب قطرۂ شبنم کے مانند ہے!

ارجن

کیا وہ دنیا سے کوئی رشتہ نہیں رکھتی؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ بہشت کے اس ٹکڑے کی مانند ہو۔ جو کسی چنچل دیوتا کی غفلت سے زمین پر آن گرا ہو۔

چترا

ہاں!

ارجن

آہ! جبھی مجھے ہمیشہ یہ معلوم ہوا کرتا ہے کہ میں عنقریب

تجھے کھو دوں گا۔ میرا دل بے چین ہے۔ میرے من کو
شانتی نہیں ملتی۔ اے حاصل نہ ہو سکنے والی۔ میرے
قریب تر آ جا اپنے آپ کو تمام نمود۔ گھر بار اور حسب نسب
کے بندھنوں سے حوالے کر د۔ ۔ ۔ میرا دل ہر طرف تجھ ہی کو
محسوس کرے۔ ا ۔ یرے ہی ساتھ پریم کی پناہ میں امن
چین سے ۔ ۔ ن گزار دے +

چترا

بادلوں کے رنگ۔ لہروں کے ناچ اور پھولوں
کی خوشبو کو پکڑ کر رکھنے کی فضول کوشش کیوں کرتے ہو؟

ارجن

میری موہنی۔ ان ہوائی چیزوں سے پریم کی آگ کو ٹھنڈا
کرنے کی امید نہ رکھو۔ مجھے کوئی ایسی شئے دو۔ جسے میں اپنے

ہاتھوں میں تھام سکوں۔ جو خوشی کی نسبت زیادہ پائیدار
ہو۔ اور جو مصیبت کے عالم میں بھی وفا کرے +

چترا

میرے پیارے۔ ابھی تو سال پورا بھی نہیں ہوا۔
اور تم ابھی سے تھک گئے۔ اب میں سمجھی۔ کہ
یہ پرماتما کی رحمت ہے۔ جو اس نے پھول کی زندگی
کی مدت تھوڑی بنائی ہے۔ اگر میرا یہ جسم پچھلی
بہار کے پھولوں کے ساتھ ہی کملا کے مرگیا ہوتا۔
تو یقیناً وہ موت عزت کی موت ہوتی۔ پھر بھی
میرے پیارے اس کے دن گنتی کے ہیں۔ اسے
جانے نہ دو۔ اس کا شہد اتنا چوسو۔ کہ خشک کردو۔
کیونکہ مجھے خوف ہے۔ کہ تمہارا بھکاری کا سا دِل

اس کی طرف بار بار تشنہ خواہش ساتھ لے کے آئے گا
اس شہد کی پیاسی مکھی کی طرح جو اس وقت آئے جب
موسم گرما کے شگوفے خاک پر مُردہ پڑے ہوں
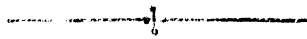
مدن

آج کی رات تیری آخری رات ہے۔

بسنت

کل تیرے جسم کا روپ بہار کے لازوال خزانوں کی طرف لوٹ جائے گا۔ تیرے ہونٹوں کا سُرخ رنگ ارجن کے بوسوں کی یاد سے آزاد ہو کر اسوک کے تازہ پتوں کی شکل میں شگوفہ لائے گا۔ اور تیرے بدن کی سفید دمک چنبیلی کے سیکڑوں پھولوں میں دوسرا جنم لے گی +

چترا

او دیوتاؤ۔ میری یہ پرارتھنا قبول کرو۔ کہ آج کی رات اس رات کی آخری گھڑی میں میرا روپ بجھتے ہوئے شعلے کی آخری بھڑک کی مانند پوری تیزی سے چمک اُٹھے +

مدن

تو اپنی یہ مراد بھی پالے گی +
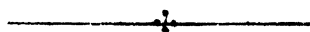
آٹھواں سین

دیہاتی

اب ہمیں کون بچائے گا؟

ارجن

کیوں۔ تم کس خطرے سے خوف کھا رہے ہو؟

دیہاتی

ڈاکو اُتّر کی پہاڑیوں سے چڑھے ہوئے پہاڑی نالے کی طرح بڑھے آ رہے ہیں۔ کہ ہمارے گاؤں کا ستیاناس کر دیں

ارجن

کیا اس بادشاہت میں تمہارا کوئی رکھوالا نہیں؟

دیہاتی

راج کماری چترا سے سارے بدمعاشوں کی روح کانپتی تھی۔ جب تک وہ اس سکھی دیس تھی۔ ہم صرف قدرتی موت سے ڈرتے لیکن اور کسی چیز سے خوف نہ کھاتے تھے + اب وہ یاترا کو گئی ہوئی ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ ہم اُسے کہاں پائیں!

ارجن

کیا اس دیس کی رکھوالی عورت ہے؟

دیہاتی

ہاں وہ اکیلی ہماری ماتا بھی ہے اور پِتا بھی +

(دیہاتی چلے جاتے ہیں)

(چترا داخل ہوتی ہے)

چترا

تم بالکل اکیلے کیوں بیٹھے ہو!

ارجن

میں یہ سوچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کہ راجکماری چترا
کس قسم کی عورت ہوگی۔ میں نے ہر طرح کے آدمیوں سے
اس کی بہت سی کہانیاں سنی ہیں +

چترا

آہ۔ لیکن وہ خوب صورت نہیں ہے۔ وہ میرے
جیسی سُندر اور موت کی سی سیاہ آنکھیں نہیں رکھتی۔
وہ جس نشانے کو چاہے۔ توڑ سکتی ہے۔ لیکن ہمارے سورما
کا دل نہیں چھید سکتی +

ارجن

لوگ کہتے ہیں۔کہ وہ سورماپن میں مرد اور نرم دلی میں عورت ہے +

چترا

سچ پوچھو۔ تو یہی اس کی سب سے بڑی بدقسمتی ہے جب تک ایک عورت محض عورت ہے۔ اور جب تک وہ اپنی مسکراہٹوں۔ سسکیوں۔ خدمتوں اور پیار دلار سے مرد کے دل کے ارد گرد لپٹی جاتی ہے جبھی تک وہ سکھی رہتی ہے۔ لمبی چوڑی ودیا اور بڑے بڑے کارنامے اُس کے لئے کس کام کے ہیں + اگر تم اسے کل ہی شو جی مہاراج کے مندر کے آنگن میں جنگل کی پگڈنڈی کے پاس دیکھ پاتے۔ تو اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔ اور پاس سے

گزر جاتے۔ لیکن کیا تم عورت کے حسن سے اس قدر تھک گئے کہ اس میں مرد کے دل کی تلاش کرنے لگے۔

میں نے ایک رات کی سی اندھیری گپھا میں دوپہر کاٹنے کے لئے کف اڑانے والے آبشار کی پھوار سے بھیگے ہوئے سبز پتوں کا بستر بچھایا ہے۔ وہاں بھیجے کے سیاہ پتھروں پر جمی ہوئی نرم اور ہری کائی کی ٹھنڈک تمہاری آنکھیں چوم چوم کے تمہیں سلا دے گی۔ آؤ میں تمہیں وہاں لے چلوں!

ارجن

نہیں پیاری۔ آج نہیں۔

چترا

کیوں! آج کیوں نہیں؟

ارجن

میں نے سنا ہے۔ کہ ڈاکوؤں کا ایک گروہ میدانوں میں اتر رہا ہے۔ چاہیئے۔ کہ میں جاکر اپنے ہتھیار درست کروں۔ اور خوف زدہ دیہاتیوں کو بچاؤں +

چترا

تم کو ان کے لئے فکر کرنے کی کیا پڑی ہے۔ راجکماری چترا نے یاترا کو جانے سے پہلے سرحد کے تمام دروں پر مضبوط پہرے بٹھا دیئے تھے +

ارجن

پھر بھی مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دو۔ کہ میں ایک چھتری کے فرض کو انجام دوں۔ میں اس بیکار بازو کو پھر نئی شان سے ممتاز کروں گا۔ اور اسے تمہارے سر کا

سرہانا بنانے کے زیادہ قابل بناؤں گا +

چترا

اگر میں تمہیں نہ جانے دوں - اور اگر میں تمہیں اپنی بانہوں میں جکڑ رکھوں - تو کیا کرو گے ؟ کیا تم بے دردی کے ساتھ اپنے آپ کو مجھ سے چھڑا لو گے اور مجھے چھوڑ جاؤ گے ؟ تو پھر جاؤ لیکن اتنا سمجھ لو - کہ بیل جب ایک دفعہ ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے - تو پھر دوبارہ نہیں جڑ سکتی + اگر تمہاری پیاس بجھ چکی ہے - تو جاؤ - لیکن اگر نہیں بجھی تو یہ یاد رکھنا کہ آنند کی دیوی بڑی چنچل ہے - اور کسی آدمی کی پروا نہیں کرتی + میرے مالک - اک ذرا بیٹھ جاؤ - مجھے بتاؤ کون سے بے چین خیال تمہیں تکلیف دے رہے ہیں - آج تمہارے من میں کون سما رہا ہے ؟ کیا وہ چترا ہے ؟

ارجن

ہاں۔ وہ چترا ہی ہے۔ میں حیران ہوں۔ کہ وہ کس بچن کے پورا کرنے کے لئے یاترا کو گئی ہے۔ اس کو کس شے کی ضرورت ہو سکتی ہے؟

چترا

اس کی ضرورتیں؟ اس بدقسمت عورت کے پاس ہی کیا رکھا ہے۔ اس کے سارے گُن ہی قید خانے کی دیواروں کی طرح ہیں۔ جنھوں نے اس کے نسوانی دل کو کال کوٹھری میں بند کر رکھا ہے۔ وہ تاریکی میں ہے وہ اس وعدے کی طرح ہے۔ جو ایفا نہ ہُوا ہو۔ اس کی نسوانی محبّت چیتھڑے پہن کر بھی خوش اور اپنے میں مست رہیگی حُسن سے وہ محروم رکھی گئی ہے۔

وہ ایک بے رونق صبح کی اس روح کی مانند ہے۔
جو پہاڑ کی پتھریلی چوٹی پر بیٹھی ہو۔ اور جس کا تمام نور
کالے بادلوں نے زائل کر دیا ہو۔ تم اس کی زندگی کا
حال مجھ سے نہ پوچھو۔ کہ یہ قصّہ مرد کے کانوں کو خوشگوار
نہ ہوگا ٭

ارجن

مجھے اس کے سب حالات معلوم کرنے کا بیحد
شوق ہے۔ میں اس مسافر کی مانند ہوں۔ جو آدھی رات
کے وقت کسی بیگانے شہر میں آتا ہے۔ گنبد۔ منارے
اور باغوں کے درخت اسے تاریک اور دھندلے
نظر آتے ہیں۔ اور سمندر کی خواب آلود فریاد نیند کی خاموشی
میں دیوانہ وار چلی آتی ہے۔ وہ فکر اور اشتیاق

صبح کی راہ دیکھتا ہے ۔ کہ وہ آئے ۔ اور اس پر سب انوکھے عجائبات کا بھید کھول دے + پیاری مجھے اس کی کہانی ضرور سناؤ +

چترا

اب اور کیا کہنا باقی رہ گیا ہے ؟

ارجن

مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ جیسے میں اس کو اپنے من کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں ۔ وہ سفید گھوڑے پر سوار بائیں ہاتھ میں بڑی تمکنت سے باگیں تھامے دائیں میں کمان لیے جیت کی دیوی کی مانند اپنے ارد گرد خوشی اور اُمید کے پھول برساتی ہوئی جا رہی ہے ۔ ایک چوکس شیرنی کی طرح ایک غضبناک محبت کے ساتھ

اپنے بچوں کے جھول کو چھاتیوں کے ساتھ لگائے ان کی حفاظت کرتی ہے۔ عورت کی باہیں جب آزاد قوت کے سوا اور کسی شئے سے بھی آراستہ نہ ہوں۔ جب بھی خوبصورت ہوتی ہیں۔ اے سندری۔ میرا دل اس سانپ کی طرح بے چین ہے۔ جو اپنی جاڑے کی لمبی نیند سے جاگ رہا ہو۔ آؤ۔ ہم دونوں پہلو بہ پہلو تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر اس طرح بھاگیں۔ جیسے دو روشن کرے خلا میں تیزی سے گزر رہے ہوں +

آؤ اس ہریاول کی اداسی کے خوابناک قید خانے سے اس گلا گھونٹنے والے اور مہکتے ہوئے نشے کے مرطوب کثیف غلاف کے نیچے سے باہر نکل جائیں +

چترا

ارجن۔ سچ سچ کہنا۔ اگر میں اس وقت کسی جادو کے

زور سے اپنی اس خواہش انگیز نزاکت کو حسن کے اس نازک جوبن کو جو دنیا کے وحشیانہ اور خوشگوار مس سے پہلو بچاتا ہے۔ جھٹک کر آزاد ہو جاؤں۔ اور اس کو مانگے ہوئے کپڑوں کی طرح اپنے بدن سے اتار پھینکوں تو کیا تم دیکھ سکو گے؟ اگر میں اس ظاہری کمزوری کے مکر فریب کو ٹھکرا کر پلٹ پڑوں حوصلہ دل کی طاقت کے ساتھ قوی ہیکل اور پہلوان بنکر کھڑی ہو جاؤں اگر میں ایک بیل کی طرح خاک میں لوٹنا چھوڑ دوں اور پہاڑ کے سربلند اور نوخیز شمشاد کی مانند شان سرفرازی دکھاؤں تو کیا میں مرد کی آنکھوں کو اچھی معلوم ہوں گی؟ نہیں نہیں۔ تم یہ نظارہ برداشت نہ کر سکو گے۔ بہتر یہی ہے کہ میں گھر بنانے کے سب نفیس کھلونے اپنے ارد گرد پھیلائے رکھوں اور نہایت صبر اور سنتوکھ سے تمہارا انتظار کرتی رہوں۔ پھر جب تم اپنی مرضی سے

واپس آؤ۔ تو میں تمہارے لئے اس سُندر جسم کے کٹورے میں آنند کی شراب بھر دوں۔ جب تم اس شراب سے تھک جاؤ سیر ہو جاؤ۔ تو تم کام یا کھیل میں مصروف ہو سکو۔ اور جب میں بوڑھی ہو جاؤں۔ تو جو گوشہ مجھے دیا جائے اُس کو عاجزی اور شکر گزاری سے قبول کر لوں۔ کیا تمہاری بہادر آتما اس سے خوش ہو گی۔ کہ رات کا ساتھی دن کے وقت قوت بازو بننے کی آر رکھے۔ اور بایاں بازو دائیں مغرور بازو کا بوجھ بٹانا سیکھے +

ارجن

میں کبھی تم کو پورے طور پر سمجھ نہیں سکتا۔ تم مجھے اس دیوی کی مانند معلوم ہوتی ہو۔ جو کسی سنہری مورت کے اندر پوشیدہ ہو۔ میں تمہیں چھو نہیں سکتا۔ میں تمہارے انمول تحفوں کے بدلے میں وہ بھی ادا نہیں کر سکتا۔ جو میرے ذمے ہے۔

گویا میری محبت ناتمام ہے۔ بعض
نگاہوں کی پُرمعنی گہرائی ہیں !
ہیں جو اپنے ہی معنوں کی
ایک ایسی

یہ آنسو کیوں بہانے لگیں -
چہرہ کیوں چھپا لیا - میری
سنو ہوا؟ میرا کہا
مگر

چترا اور ارجن

چترا (زرغل پہنے ہوئے)

میرے پتی! کیا جام بالکل خالی ہو چکا؟ کیا
سچ مچ انتہا ہو چکی؟ نہیں۔ جب سب کام ختم
ہو جاتے ہیں۔ پھر بھی کچھ باقی رہ جاتا ہے۔ اور
وہ تیرے قدموں پر میرا آخری بلدان ہے۔ جو
باقی ہے + میرے بھروسے کے دیوتا! میں تیری

پوجا کرنے کے لئے سورگ کے باغ سے لاثانی حسن کے پھول لائی تھی۔ اگر بیتیں ہو چکی ہیں۔ اگر پھول مرجھا چکے ہیں۔ تو لاؤ میں انہیں مندر کے باہر پھینکا دوں۔ (اپنے پہلے مردانہ لباس پر سے پردہ اٹھا کر) اب اپنی پجارن پر کرپا کی نگاہیں ڈال!

میں ان پھولوں کی سی سندر نہیں ہوں جن سے میں پوجا کرتی تھی۔ مجھ میں بہت سے عیب اور داغ ہیں۔ میں دنیا کے بہت بڑے راستے کی مسافر ہوں۔ میرے کپڑے میلے اور میرے تلوے کانٹوں سے لہولہان ہیں۔ میں پھول کا سا حسن اور ایک آنی زندگی کا بے داغ روپ کہاں سے لاؤں؟ میں جو تحفہ بڑے فخر کے ساتھ تمہارے لئے

لائی ہوں۔ وہ ایک عورت کا دل ہے۔ اس دل میں
ایک خاکی پتلے کے سب رنج۔ سب خوشیاں۔
سب امیدیں سب خوف اور ساری پشیمانیاں جمع
ہیں۔ اس دل میں "پریت" ایک لازوال زندگی کے
پانے کی کوشش کرتی ہوئی پروان چڑھتی ہے۔ اس
دل کے اندر ایک خامی پوشیدہ ہے۔ لیکن وہ خامی
بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ اگر پھولوں کی پوجا ہو چکی ہے
تو میرے آقا۔ آنے والے زمانے میں اپنی سیوا کے
لئے اس دل کو قبول کر۔

میں راجا کی بیٹی چترا ہوں۔ شاید تمہیں وہ دن
یاد ہو۔ جب ایک عورت شوجی مہاراج کے مندر
میں گہنا پاتا پہن کر اور بناؤ سنگار کر کے تمہارے

پاس آئی تھی۔ وہ بے حیا عورت مردوں کی طرح تم
سے عشق جتانے آئی۔ تم نے اسے ناپسند کیا۔
بہت اچھّا کیا۔ میرے پتی۔ میں وہی عورت ہوں۔
وہ میرا سوانگ تھی + اس کے بعد دیوتاؤں کی دیا
سے مجھے ایک سال کے لئے ایسی موہنی صورت
دی گئی۔ جو شاید ہی کسی فانی ہستی کو نصیب ہوئی ہو۔
بس اسی دھوکے کے بوجھ سے میں نے اپنے سورما کے
من کو تھکا دیا + میں سچ مچ وہ عورت نہیں ہوں !
میں چترا ہوں۔ دیوی نہیں۔ جس کی پوجا کی جائے
تاہم ایسی بے حقیقت اور قابل رحم چیز بھی نہیں
ہوں۔ کہ کوئی مجھے بے پروائی کے ساتھ پتنگے کی
طرح ایک طرف ہٹا دے + اگر تم خوف وخطر کے

اردو کا بے نظیر ادبی رسالہ

کہکشاں

تمام ہندوستان میں اسوقت ادبی حیثیت سے رسالہ کہکشاں سے بہتر اور کوئی رسالہ نہیں۔ مولانا مولوی عبد الحلیم صاحب شرر۔ مولوی سید ممتاز علی صاحب۔ شیخ عبد القادر صاحب اڈیٹر مخزن۔ علامہ علی حیدر صاحب نظم طباطبائی۔ آغا ہادی الاقتصادی۔ مولانا مہدی حسن صاحب عالم۔ سید سجاد حیدر بی۔ اے (یلدرم)۔ مولانا نیاز محمد خان نیاز فتحپوری۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی۔ مولوی راشد الخیری۔ منشی پریم چند اور قاضی عبد الغفار اڈیٹر جمہور سے بے نظیر انشا پرداز اور ڈاکٹر اقبال۔ مولانا اکبر حسین صاحب اکبر۔ مرزا اعجاز حسین اعجاز۔ میر غلام بھیک صاحب نیرنگ۔ مولانا حسرت موہانی۔ واجد حسین صاحب یاس۔ مولوی ہنا علی وحشت۔ اور استاد جلیل کے سے شعرا اپنے جواہر ریزوں سے اس کو زینت دیتے ہیں۔ اور ان حضرات کے تازہ ترین مضامین۔ افسانے۔ اور نظمیں و غزلیات اس رسالہ میں درج ہوتی ہیں۔ انڈین آرٹ کی بہترین تصاویر اور ادبی کارٹونوں سے اس رسالہ کو رونق دی گئی ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ تمام ہندوستان میں کہکشاں سے بہتر کوئی ادبی رسالہ موجود نہیں۔

سالانہ چندہ مع محصول ڈاک للعہ۔ نمونہ کا پرچہ ۸؍